درس حدیث (1)

"سترہ" کے احکام

عبدالوہاب خان

ابو صالح السمانؒ قال: رأیت أبا سعید الخدری ﷜ فی یوم جمعة یصلی الی شئ یستره من الناس فاراد شاب من بنی أبی معیط أن یجتاز بین یدیه فدفع أبو سعید فی صدره فنظر الشاب فلم یجد مساغا الا بین یدیه فعاد لیجتاز فدفعه أبوسعید أشد من الأولی فنال من أبی سعید ثم دخل علی مروان فشکا الیه ما لقی من أبی سعید، ودخل أبوسعید خلفه علی مروان، فقال: مالک ولابن أخیک یا اباسعید؟ قال: "سمعت النبی ﷺ یقول: **"اذا صلی أحدکم الی شئ یستره من الناس فأراد أحد أن یجتاز بین یدیه فلیدفعه فان أبی فلیقاتله فانماهو شیطان"**

تخریج: [صحیح البخاری، الصلاة باب ۱۰۰: یردُّ المصلی من مر بین یدیه، حدیث ۵۰۹، صحیح مسلم، الصلاة حدیث ۲۲۳۔۲۲۴]

ترجمہ: "ابو صالح ذکوان السمانؒ کہتا ہے: میں نے کسی جمعے کے روز ابوسعید﷜ کو دیکھا کہ لوگوں سے سترہ کا اہتمام کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ ابومعیط کی اولاد میں سے ایک جوان نے آگے سے گزرنا چاہا تو ابوسعید﷜ نے اس کے سینے پر دھکیلا۔ جوان نے اردگرد دیکھا، ان کے آگے کے سوا کوئی گزرگاہ نہ پایا تو دوبارہ وہیں سے گزرنے کے لیے آیا' اس پر ابوسعید﷜ نے پہلے سے شدت سے دھکا دیا، اِس پر اُس نے ابوسعید﷜ سے بدکلامی کی، پھر مروان (ابن الحکم گورنر مدینہ) کے ہاں شکایت لے کر گیا۔ اور ابوسعید﷜ بھی اس کے پیچھے مروان کے پاس گیا۔ مروان نے کہا: جناب ابوسعید! آپ اور آپ کے بھتیجے کا معاملہ کیا ہے؟ ابوسعید﷜ نے کہا: میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: **"جب تم میں سے کوئی کسی چیز کو لوگوں سے اوٹ (سترہ) بنا کر نماز پڑھے' پھر کوئی اس کے آگے سے گزرنا چاہے تو اسے دھکیل دینا چاہیے۔ اگر وہ (باز آنے سے) انکار کرے تو اُس سے لڑنا چاہیے، کیونکہ وہ یقیناً شیطان ہے۔"**

راوی: ابوسعید سعد بن مالک بن سنان الخزرجی الانصاری رضی الله عنهما باپ بیٹا دونوں شرفِ صحبت رکھتے ہیں۔ غزوہ احد میں کم عمری کی بنا پر شامل نہ کیے گئے۔ اس کے بعد بارہ غزوات میں جوانمردی

دکھائی۔ نبی کریم ﷺ کے علاوہ خلفاء راشدین، اپنے والد اور دیگر صحابہ کرام ﷢ سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں۔ بہت سے تابعینؒ کے علاوہ ابن عباس، ابن عمر، جابر اور زید بن ثابت سمیت متعدد صحابہ کرام ﷢ نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ بعض بزرگ تابعین کا کہنا ہے کہ کم عمر صحابہ میں ابو سعید خدری ﷜ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہ تھا۔

مروان نماز عید سے پہلے خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھا تو برملا تنقید کی۔ سن وفات میں ۶۳ سے ۶۵ ھ تک اقوال ہیں، واقدی نے ۷۴ ھ بیان کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۳/ ۴۷۹۔۴۸۱)

شرح: شابٌّ من بني أبي معيط:

امام ابن حجرؒ نے اس صاحب قصہ کے نام میں تین روایتیں پیش کی ہیں:

(۱)۔ الولید بن عقبة بن ابی المعیط (کتاب الصلاۃ لأبی نعیم)

مدینہ پر مروان کی گورنری میں 50 کے عشرے میں تھا۔ (لہٰذا ''شاب'' سے وہ مراد نہیں ہوسکتا۔)

(۲)۔ داؤد بن مروان بن الحکم (مصنف عبدالرزاق وابن الجوزی)

ابو معیط مروان کے باپ کا چچازاد بھائی تھا۔ شاید رضاعت کی نسبت سے کہا ہو۔ (یہ زیادہ قرین قیاس ہے۔)

(۳)۔ عبدالرحمن بن الحارث بن ھشام المخزومی (مصنف ابن ابی شیبة)

نسب میں اسے ابو معیط سے کوئی تعلق نہیں۔ (فتح الباری ۱/ ۶۹۴)

ما لک ولابن أخيک؟

مروان نے بیان لیتے ہوئے مدعی کو مدعا علیہ کا ''بھتیجا'' کہا ہے۔ یہ ''اخوت ایمانی'' کے اعتبار سے کہا ہے۔

ابن حجرؒ: اس سے معلوم ہوا کہ مدعی ولید نہیں ہے' کیونکہ اس کا باپ عقبہ کفر کی حالت میں قتل ہوا ہے۔ (فتح الباری ۱/ ۴۹۵)

فليدفعه فان أبى فليقاتله:

ابو سعید ﷜ کے عمل کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ''دفـــــع'' سے مراد حسب ضرورت روکنا، ہٹانا اور دھکیل دینا ہے۔ اور ''قتال'' سے مراد نسبتاً زیادہ سختی سے دھکا دینا ہے۔

امام قرطبیؒ: اہل علم کا اجماع ہے کہ یہاں ''مسلح قتال وجنگ'' مراد نہیں ہے۔

الباجیؒ: ''قتال'' سے مراد: ڈانٹ یا لعنت ہوسکتی ہے۔ [الاوسط] لیکن نماز کے دوران ''ڈانٹ'' کیسے ہوگی؟!

"فان ابی فلیجعل یدہ فی صدرہ ویدفعہ"

یہ روایت ہاتھ سے دھکیلنے میں صریح ہے اور ابو سعید رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ابن بطال: علماء کا اتفاق ہے کہ گزرنے والے کو روکنے یا پیچھے دھکیل دینے کے لیے نمازی کو "**چل کر جانا**" یا "**عمل کثیر اختیار کرنا**" جائز نہیں، کیونکہ یہ عمل گزرنے سے بڑھ کر نماز میں **خلل ڈالتا** ہے۔

نووی: میرے علم کے مطابق کسی بھی فقیہ نے اس دھکیلنے کو "واجب" نہیں کہا ہے اور فقہائے شافعیہ نے اس کے "مستحب" ہونے کی صراحت کی ہے۔

ابن حجر: اہل ظاہر نے روکنا اور دھکیلنا واجب قرار دیا ہے۔[فتح الباری]

فانما ھو شیطان:

یعنی اس کا یہ عمل شیطانی عمل ہے، کیونکہ اس نے نمازی کو تشویش میں ڈالنے پر اصرار کیا۔

"**شیطانی**" قسم کے اعمال واوصاف اختیار کرنے والوں پر "شیطان" کا اطلاق عام ہے۔ قرآن پاک میں انبیاء کرام علیہم السلام کے دشمنوں کو ﴿شیطین الجن والانس﴾ (الانعام:۱۱۲)، منافقین کے سرپرستوں کو ﴿واذا خلوا الی شیطینھم﴾ (البقرہ:۱٤) کہانت اور جادو وغیرہ کے ذریعے فتنے اور وسوسے میں مبتلا کرنے والوں کو ﴿الوسواس الخناس۞ من الجنۃ والناس۞﴾ [سورۃ الناس] کہا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سنت وشریعت کی پاسداری نہ کرنے والے ظالم حکمرانوں کے درباریوں کی "حوصلہ شکنی" کرتے ہوئے فرمایا: "وسیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انس" [مسلم، کتاب الامارۃ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین......] "ان ظالم حکمرانوں کے ساتھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے سینوں میں شیطانوں کے دل ہوں گے، اور ان کے جسمانی ڈھانچے انسانی ہوں گے۔"

ابن ابی جمرۃ: (فانما ھو شیطان) کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ گزرنے والے کو نہایت لطیف انداز میں روکنا، یعنی صرف رکنے کا "خفیف سا اشارہ" کرنا چاہیے، کیونکہ اسے (شیطان) کہا گیا ہے اور شیطان سے مقابلہ صرف اللہ کا نام لینے اور پناہ کی دعا کرنے سے ہوتا ہے۔(فتح الباری ۱/٦۹۵)

لیکن یہ چیز "شیاطین الجن" کے بارے میں ہے جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے۔ "شیاطین الانس" کے مقابلے میں مادی ذرائع استعمال کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسئلے میں راوی کا عمل اور جمہور اہل علم کا استدلال راجح ہے۔

فصل اول: سترے کی اہمیت

سعیدؒ: حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ دونوں دورانِ نماز اپنے آگے سے گزرنے سے روکتے تھے۔

نافعؒ: عبداللہ بن عمرؓ دوران نماز کسی چیز کو اپنے آگے سے گزرنے نہیں دیتے تھے اور خود کسی بھی مرد یا عورت کے آگے سے گزرتے نہیں تھے۔[موطأ ، الصلاة ، ح: ٣٦٤، ص: ٧٨]

عمرو بن دینارؒ: میں عبداللہ بن عمرؓ کے قریب سے گزرا تو انہوں نے خیال کیا کہ شاید میں آگے سے گزرنے والا ہوں تو وہ (آگے کو) اچانک کود پڑا جس نے مجھے ڈرا کر پیچھے ہٹا دیا۔

عبداللہ بن مسعودؓ: ''لا یصلین احدکم و بینه و بین القبلة فجوة''[المعجم الکبیر للطبرانی ، الاوسط لابن المنذر] ''تم میں سے کوئی اس حالت میں نماز ہرگز نہ پڑھے کہ اس کے اور قبلے کے درمیان کھلی جگہ پڑی ہوئی ہو۔''

امام بخاریؒ نے باب باندھا ہے:''السترة بمکة و غیرها''[بخاری، الصلاة، باب ٩٤ ' ٦٨٦/١]

البانیؒ: سترہ امام اور منفرد کے لیے ضروری ہے، اگرچہ بڑی مسجد میں ہو۔ اور یہی امام احمدؒ کا قول ہے۔(صفة صلاة النبی ﷺ ص ٨٢) اور یہ حکم حرمین شریفین کے لیے بھی ہے۔(ص ٨٣)

''لا تصل الا الی سترة ولا تدع احداً یمر بین یدیک فان ابی فلیقاتله فان معه القرین'' [ابن خزیمة ،قال الالبانیؒ: سنده جید، صفة ص:٨٢]

فصل ثانی: سترے کی تحدید اور اس کا محل وقوع

مبحث اول: سترہ کی اونچائی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اذا وضع احدکم بین یدیه مثل مؤخرة الرحل فلیصل ولا یبالی من مر وراء ذلک''(مسلم، الصلاة ح ٢٤١ عن طلحة ؓ ٢١٦/٤) ''جب تم میں سے کوئی اپنے آگے کجاوے کے پچھلے حصے کے برابر کوئی چیز رکھے تو (اطمینان سے) نماز پڑھ لے اور جو کوئی اس (سترہ) کے پیچھے سے گزر جائے' اس کی پروا نہ کرے۔'' آپ ﷺ سے نمازی کے سترے کی مقدار پوچھی گئی تو فرمایا:''مثل مؤخرة الرحل'' [مسلم ح ٢٤٣ عن عائشة] ''کجاوے کے پچھلے حصے کے برابر''

نوویؒ: مُؤْخِـرَةٌ، مُؤَخَّـرَةٌ، مُـؤْخَـرَةٌ اور آخِـرَةٌ اس لکڑی کو کہا جاتا ہے جو کجاوے کی پچھلی جانب ہوتی ہے۔

اونچائی سے متعلق درج ذیل اقوال ہیں:

(۱) ثلثی ذراع: نوویؒ: کجاوے کا پچھلا حصہ بازو کی ہڈی کے برابر ہوتا ہے' جو کہ دو تہائی ہاتھ (ایک فٹ) کے برابر ہے۔ (المنهاج شرح مسلم ٢١٦/٤، سبل السلام ٢٢٠/١) یہ مالکؒ اور شافعیؒ کا قول ہے۔ یہی راجح ہے۔ ان شاء اللہ کیونکہ اس سے کم مقدار سے ٹیک لگانا ممکن نہیں۔

(۲) ذراع وشبر: ایک ہاتھ اور ایک بالشت (2فٹ,3انچ تقریباً) یہ قتادہؒ کا قول ہے۔

(۳) ذراع: ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ =18انچ) یہ عطاءؒ اور اہل رائے کی رائے ہے۔ سفیان ثوریؒ: راستے میں پڑا ہوا پتھر اگر ایک ہاتھ اونچا نہ ہو تو مجھے اس کی نسبت لکیر کھینچنا ہی زیادہ پسند ہے۔ (الاوسط لابن المنذر)

(۴) اربعة اصابع: چار انگل کی مقدار سترہ رکھنا داؤد بن ابی ھندؒ سے مروی ہے۔

(۵) "مایستند الیه الراکب" یعنی کجاوے کا پچھلا حصہ جس سے سوار ٹیک لگاتا ہے۔ یہاں اونٹ کا کجاوہ مراد ہے۔ اس صورت میں یہ قول پہلے، دوسرے یا تیسرے قول کے موافق ہوگا۔ واللہ اعلم

مبحث ثانی: سترے کی موٹائی:

(۱) ابوہریرہؓ: " اذا کان قدر آخرة الرحل وان کان قدر الشعر أجزأه" اونچائی کجاوے کے پچھلے حصے کے برابر ہونا چاہیے، موٹائی بال برابر بھی ہو تو کافی ہے۔" [الاوسط لابن المنذر، جماع ابواب ستر المصلی]

(۲) دوسری روایت میں فرمایا: "مثل حبلة السوط" "سترہ کے لیے کوڑے کی رسی جتنی موٹائی بھی کافی ہے۔"

(۳) امام مالکؒ نے نیزے کی موٹائی کی شرط لگائی ہے۔ [الاوسط]

شرعاً موٹائی کی تحدید وارد نہ ہونے کی وجہ سے مطلق رکھنا چاہیے۔ ہاں اتنی موٹائی تو ضروری ہے کہ آسانی سے نظر آجائے، تاکہ سترے کا مقصد حاصل ہو جائے۔ واللہ اعلم

مبحث ثالث: سترے سے نمازی کا فاصلہ

"اذا صلی احدکم الی سترة فلیدن منها لایقطع الشیطان علیه صلاته" [البزار، الحاکم عن سهل بن ابی حثمةؓ وصححه ووافقه الذهبی، الاوسط لابن المنذر] جب تم میں سے کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اس کے قریب رہنا چاہیے، کہیں شیطان اس کی نماز ہی نہ توڑ دے۔"

(۱) "کان بینه ﷺ وبین الجدار ثلاثة اذرع" [بخاری، الصلاة باب ٩١ قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترة ٦٨٤/١] شافعیہ: سترہ سے قریب رہنا مناسب ہے۔ نمازی اور سترہ کے درمیان 3 ہاتھ سے زیادہ نہیں ہونا

چاہیے۔ یہ عطاءؒ اور شافعیؒ کا قول ہے۔

(۲) سہل بن سعدؓ کا بیان ہے: "کان بین مصلی رسول اللہ ﷺ وبین الجدار ممر الشاۃ" (بخاری، الصلاۃ باب: ۹۱ ح: ۴۹۷، ۱/۶۸۴، مسلم الصلاۃ ح: ۲۶۲، ۴/۲۲۵) "رسول اللہ ﷺ اور دیوار کے درمیان بکری گزرنے کی مقدار کا فاصلہ تھا۔"

نوویؒ: مصلی سے مراد مکانِ سجدہ ہے۔ لہٰذا نمازی کا سترہ کے قریب رہنا سنت ہے۔ (المنہاج ۴/۲۲۵)

(۳) "ما کادت الشاۃ تجوزھا" [بخاری، صلاۃ باب ۹۱، ۱/۶۸۴] آپ ﷺ اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ تھا، جس سے بکری بھی گزر نہ سکتی۔"

الکرمانیؒ: مسجد نبوی شریف میں محراب نہیں تھی، پس آپ ﷺ اور قبلے کے مابین فاصلہ اتنا ہی ہوتا جتنا منبر اور دیوار کے مابین ہوتا ہے۔ ابن بطالؒ: ایک بکری گزرنے کا فاصلہ نمازی اور سترہ کے درمیان کم از کم مقدار ہے۔ البغویؒ: اہل علم نے سترہ کے اتنے قریب ہونے کو مستحب سمجھا ہے کہ اس فاصلے میں نمازی سجدہ کر سکے۔ اسی طرح دو صفوں کے درمیان فاصلہ بھی اتنا ہی ہونا چاہیے۔ (الفتح ۱/۶۸۵)

(۴) الداودیؒ: یہ فاصلہ کم از کم بکری گزرنے کی حد تک اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ ہے۔

ان دونوں فاصلوں میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ 3 ہاتھ (4 فٹ، 6 انچ) کا فاصلہ قیام کی حالت میں اور بکری گزرنے کا فاصلہ رکوع اور سجود میں ہے۔ دونوں صحیح ترین حدیثوں پر عمل ہونے کی وجہ سے یہی راجح ہے، کیونکہ معیاری جائے نماز 4 فٹ کا ہوتا ہے اور مکانِ سجدہ سے سترہ تک 6 انچ کا فاصلہ رکھا جائے، (جسے ممر الشاۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔) تو پگڑی یا ٹوپی سے ٹکرا کر نصب کردہ سترے کے گر جانے کا خطرہ نہیں رہتا۔ واللہ اعلم

(۵) ایک قول: نمازی اور سترہ کے درمیان 6 ہاتھ (9 فٹ) تک کا فاصلہ۔ عبداللہ بن المغفلؓ کا عمل مروی ہے۔ [اوسط]

مبحث رابع: سترے کا محل وقوع

سترہ سائیڈ پر ہونا چاہیے:

"کان ﷺ اذا صلی الی عود او عمود او شجرۃ جعلہ علی جانبہ الایمن او الأیسر ولم یصمد لہ صمدا" [ابو داؤد، الصلاۃ باب اذا صلی الی ...... وضعفہ الالبانیؒ: مشکاۃ ۷۸۳] "نبی ﷺ جب کسی لکڑی، ستون یا درخت کو سترہ بنا کر نماز پڑھتے تو اسے اپنے دائیں یا بائیں جانب رکھتے تھے اور اس کی سیدھ میں رخ نہیں

کرتے تھے۔'' نوویؒ: شافعیہ کے ہاں یہی مستحب ہے۔(المنهاج ٤/٢١٧)

اس کی حکمت یہ تأثر قائم کرنا ہے کہ سترہ مسجود نہیں، بلکہ صرف توجہ محدود رکھنے کے لیے اختیار کی گئی ایک آڑ ہے۔ واللہ اعلم

فصل ثالث: نمازی کے آگے سے گزرنے کا شرعی حکم

مبحث اول: نمازی کے آگے گزرنے کا ذمہ دار کون؟

(۱): بعض فقہاء مالکیہ نے اس مسئلے میں چار صورتیں بیان کی ہیں:

۱۔صرف گزرنے والا گنہگار...... جب سترہ رکھ کر نماز پڑھے، راستے کے علاوہ گزرنے کا متبادل موقع ہو۔

۲۔صرف نمازی گنہگار...... جب سترہ نہ ہو یا نمازی سترہ سے دور ہو۔گزرنے والے کے لیے متبادل موقع نہ ہو۔

۳۔دونوں گنہگار...... جب سترہ نہ ہو یا سترہ سے دور ہو اور گزرنے والے کے لیے متبادل موقع ہو۔

۴۔دونوں گنہگار نہیں...... جب سترہ رکھ کر نماز پڑھے اور گزرنے والے کے لیے متبادل موقع نہ ہو۔

زیر درس حدیث میں چوتھی صورت واقع ہوئی تھی۔لیکن راوی حدیث نے اسی صورت میں بھی گزرنے والے کوٹوکا اور دھکیلا حتیٰ کہ حکمران کے ہاں بیان بازی کی نوبت آئی۔ لہٰذا مذکورہ چار صورتوں کا تعلق گنہگار رہونے یا نہ ہونے سے نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنا کہہ سکتے ہیں کہ موقع ہونے کے باوجود آگے سے گزرنا یا گزرنے دینا زیادہ سنگین جرم ہے۔ واللہ اعلم

(۲): شافعیہ: سترہ ہو تو گزرنے سے منع کرنا چاہیے، اگرچہ خط (لکیر) ہی ہو اور آگے سے گزرنا حرام ہے۔

(۳): ظاہر حدیث میں گزرنے سے مطلقاً ممانعت ہے، اگرچہ گزرنے کی دوسری جگہ نہ ہو، بلکہ نماز ختم ہونے تک کھڑا رہنا چاہیے۔(فتح الباری ١/٦٩٨، المنهاج شرح مسلم ٤/٢١٧، ٢٢٥)

صنعانیؒ: اس حدیث کی رو سے نمازی کے آگے سے گزرنا حرام ہے۔یعنی سجدے میں پیشانی کی جگہ سے قیام میں پاؤں کی جگہ کے درمیان۔[سبل السلام ١/٢١٩]

ابن بطالؒ: گناہ، منع کا علم ہو کر گزرنے والے پر ہے۔ابن حجرؒ: یہ بات صحیح ہے مگر اس حدیث سے استدلال غلط۔

مبحث ثانی: سترہ نہ ہو یا دور ہو؟

اگر سترہ نہ ہو یا دور ہو تو روکنے میں اختلاف ہے:

(۱) نمازی، گزرنے والے کو روک سکتا ہے۔

(۲) صحیح تر بات یہ ہے کہ نہیں کر سکتا، کیونکہ نمازی نے خود کوتاہی کی ہے۔اس حالت میں گزرنا حرام نہیں، مکروہ ہے۔

احمدؒ: حدیث کا وعید تقاضا کرتا ہے کہ نمازی کے آگے گزرنے کو ''کبیرہ گناہ'' شمار کیا جائے۔(فتح الباری ۱/۶۹۷)

نوویؒ: بعض حالتوں میں نمازی کے آگے گزرنے کا جواز بھی ہے۔ مثلاً اگر بعد میں آنے والے صف اول میں جگہ خالی پائیں تو اسے پر کرنے کے لیے صف ثانی کے آگے سے گزرنا بھی جائز ہے اور ان کے آگے (جماعت شروع ہونے تک) کھڑا رہنا بھی۔ کیونکہ صف ثانی نے اسے بھرنے میں کوتاہی کی ہے۔(المنهاج ٤/٢١٧)

مبحث ثالث: اگر روکے بغیر بغیر آدمی گزر جائے

اگر روکے بغیر یا رکے بغیر آدمی گزر جائے تو نمازی کو کیا کرنا چاہیے؟

(۱) عبداللہ ابن مسعودؓ: اگر روکے بغیر آدمی گزر جائے تو نمازی اسے دوبارہ کھینچ کر پہلی جانب لاسکتا ہے۔

(۲) ابن المنذرؒ: اگر گزر جائے تو دوبارہ لوٹانا ٹھیک نہیں، کیونکہ اس میں دوبارہ گزارنا ہوتا ہے۔(الاوسط لابن المنذر) جمہور علماء نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

واپس لوٹانے سے اجتناب کیا جائے تو گزرنے والے کا مقصد حاصل ہوگا' جو اسے آئندہ بھی اس کا ارتکاب کرنے پر آمادہ کرسکتا ہے۔ جبکہ ابن مسعودؓ کے نظریے پر عمل کرنے میں آئندہ کے لیے تدارک کا پہلو واضح ہے۔والله اعلم

مبحث رابع: نمازی کے آگے سے گزرنے کی سزا

(۱) رسول اکرم ﷺ نے نمازی کو اس سے لڑنے کا حکم دیا۔''فان ابی فليقاتله''

(۲) زبان رسالت مآب ﷺ نے اسے ''شیطان'' کا بدترین لقب دیا۔'' فانماھو شیطان''

(۳) روز قیامت اس ''شیطان'' کو کیا سزا بھگتنا پڑے گی؟

ابوالنضرؒ: بسر بن سعید المدنیؒ (ت ۱۰۰ھ) کو زید بن خالد المدنیؓ (۶۸/۷۸ھ) نے ابوجہیم بن الحارث الانصاریؓ کی طرف یہ مسئلہ پوچھنے بھیجا تو ابوجہیمؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:''لويعلم المار بين يدى المصلى ماذاعليه لكان أن يقف اربعين..... خيرًاله من أن يمر بين يديه'' ابوالنضرؒ کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اس نے چالیس کی مقدار ''دن'' بتائے یا ''مہینے'' یا ''سال''۔ (بخاری، کتاب الصلاةباب ۱۰۱ اِثم المار بين يدى المصلى ح:۵۱۰، ۱/۶۹۶، مسلم، الصلاة ح:۲۶۱، ٤/۲۲٤،موطأ ،الصلاة ح:۳۶۱ ص:۷۸)

نوویؒ: مطلب یہ ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو اپنے اس گناہ کی شدت کا علم ہوتا تو وہ اس کے ارتکاب پر اتنی مدت وہاں کھڑا رہنے کو پسند کرتا۔(المنهاج شرح مسلم ٤/٢٢٥)

امام بزارؒ نے احمد بن عبدة الضبیؒ عن سفیان بن عیینةؒ روایت کیا ہے: "لكان ان يقف اربعين خريفا" "یقیناً اس کے لیے چالیس سال ٹھہرنا بہتر ہوتا۔" (مسند البزار)

عن ابی هريرة ﷺ مرفوعاً "لكان ان يقف مائة عام خيراً له من الخطوة التي خطاها" [سنن ابن ماجه، صحيح ابن حبان] "یقیناً اس کے لیے سو سال کھڑے رہنا اس کے اٹھائے گئے قدموں سے بہتر ہوتا۔"

الطحاویؒ: (100) کی مدت گزرنے والے پر معاملہ سنگین کرتے ہوئے (40) کی مدت کے بعد بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ ممانعت اور ڈانٹ کا موقع اسی کا تقاضا کرتا ہے۔ (فتح الباری ١/٦٩٧)

ان احادیث کی رو سے کم از کم "چالیس سال" کی مدت مذکورہ حدیث میں راجح ہوتا ہے، پس مؤمن شخص کو نمازی کے آگے سے گزرنے کے بجائے اس کی نماز پوری ہونے تک انتظار کی تھوڑی سی دنیاوی "زحمت" برداشت کرنا اخروی "رحمت" حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس صورت میں اسے 40 سال در کنار 40 منٹ بھی انتظار نہیں کرنا پڑے گا، بلکہ بسا اوقات انتظار کی مدت 40 سیکنڈ بھی نہیں ہوگی۔ لیکن جلد باز انسان کی بدنصیبی! کہ بعض اوقات اتنے لمحے بھی صبر کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، اگر چہ اسے قیامت میں "40 یا 100 سال" کی انتظار کی مشقت سے کہیں بڑھ کر عذاب کا خطرہ مول لینا پڑے۔ ﴿وكان الانسان عجولا﴾

مبحث خامس: علماءِ دین کے لیے مشعل راہ

اگر انسان بے خیالی میں سترہ یا کسی اور شرعی مسئلے میں کوتاہی کا مرتکب ہو رہا ہو تو احساس دلائے جانے پر "انا" کا مسئلہ بنائے بغیر فوراً رجوع کر لینا چاہیے۔

ابو بکرؒ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ ایک دن ہمیں نماز پڑھا رہے تھے اور سترہ سے دور تھے، ایک شخص گزرا جو آپ کو نہیں پہچانتا تھا، اس نے کہا: "اے نمازی! اپنے سترے کے قریب ہو جا" ابو بکر کا بیان ہے کہ امام مالکؒ فوراً یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھے: ﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ [النساء:١١٣۔ الاوسط لابن المنذرؒ] ظاہر ہے کہ امام صاحبؒ نے اس شخص کے ذریعے ایک اہم مسئلے کی جانب توجہ مبذول کیے جانے پر اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔

(جاری ہے)